وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ

اور نیکی اور بدی برابر نہیں، برائی کو بھلائی سے ٹال (فصلت: ۳۴)



فاروقِ اعظم کا غیر مسلموں سے

حُسنِ سلوک

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

ایم۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی

بین الاقوامی سلسلۂ اشاعت نمبر

۱۱

ادارۂ مسعودیہ

۲/۶۔۵۔ ای۔ ناظم آباد۔ کراچی، (سندھ)

اسلامی جمہوریہ پاکستان، ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء

۱۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گوہر قلم

151297

مکتبہ رضویہ
آرام باغ روڈ، کراچی

ہمدانی ذخیرہ کتب

ہمدانی ذخیرۂ کتب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک نظریاتی حکومت میں ان لوگوں کے لئے جگہ نہیں ہوا کرتی جو اس نظریے کے دل سے مخالف ہوں اور ہر وقت کاٹ میں لگے رہتے ہوں---- ایسے لوگوں کو گوارا کرنا مستقبل کے لئے فتنوں کو دعوت دینا ہے لیکن فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایسے لوگوں کے ساتھ بھی حسن سلوک روا رکھا---- ان کے مال کی حفاظت کی' ان کی جان کی حفاظت کی' ان کے مذہب کی حفاظت کی' ان کی تہذیب و تمدن کی حفاظت کی' ان کے غریبوں اور ضعیفوں کی کفالت کی' ان کے دشمنوں سے مقابلہ کیا---- غرض وہ کچھ کیا جو اس ترقی یافتہ دور میں بھی نہیں کیا جا سکتا---- اس ترقی یافتہ دور میں نظریاتی حکومتوں میں حکومت سے اختلاف رکھنے والا گردان زدنی' سوختنی اور کشتنی ہے---- جہاں رواداری نظر آتی ہے وہاں صرف دکھاوا ہی دکھاوا ہے' حقیقت کچھ اور ہے۔ ڈبلیو منٹگمری واٹ (W. Montgomery Watt) غیر مسلموں کے عناد و اختلاف کے باوجود عہد فاروقی میں مسلمانوں کی وسعت قلبی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے

Despite this obstinacy, as it appeared to them, the Muslims were prepared to tolerate Jews and Chirstians as "Protected groups" within the Islamic state and to admit that their presence did not conflict absolutely with its religious basis.(1)

ترجمہ : (ذمیوں کی) اس سرکشی اور خودرائی کے باوجود (جو مسلمانوں کی نظر میں سرکشی و خودرائی ہی تھی) سلطنت اسلامیہ میں یہودیوں اور عیسائیوں کو ذمی کی حیثیت سے قبول کرنے کے لئے مسلمان تیار تھے اور یہ تسلیم کرتے تھے کہ ان یہود و نصاریٰ کی موجودگی سلطنت کی مذہبی اساس سے بالکل متصادم نہیں۔

ہم پرانی شراب کو نئے پیمانے سے ناپتے ہیں لیکن اصول تنقید یہ ہے کہ پرانی شراب کو پرانے پیمانے سے ہی ناپا جائے ـــــ اگر ایسا کیا گیا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا حسن سلوک، ظلم و استبداد اور تعصب و تنگ دلی کی موجودہ فضاؤں میں آفتاب عالم تاب کی طرح چمکتا نظر آئے گا ـــــ آؤ آؤ ! اغیار کی جفاکاریوں کے اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں اسلام کی اس چاندنی کا چھٹکنا دیکھو !

عہد و پیماں کی پاسداری، انسان کی شرافت و صداقت شعاری کا معیار ہے ـــــ جو شخص معمولی سے معمولی عہد و پیماں کا پاس لحاظ رکھتا ہے بلاشبہ وہ گلشن شرافت کا گل سرسبد اور دیار صداقت کا تاجدار ہے ـــــ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اغیار سے کئے گئے عہد و پیمان کا جو پاس و لحاظ رکھا شاید ہی کسی نے رکھا ہو ـــــ آج کل دوستوں سے کئے گئے عہد و پیمان کا خیال نہیں رکھا جاتا تو اغیار سے کئے گئے عہد و پیماں کا کہاں خیال رکھا جا سکتا ہے ! بلکہ دور جدید میں تو عہد شکنی سیاسی مصلحتوں کا تقاضا ہے ـــــ لیکن فاروق اعظم کا دامن صداقت عہد شکنی کے داغ سے داغدار نہیں ـــــ دیکھو دیکھو رئیس خوزستان (ایران) ہرمز، دربار فاروقی میں قید ہو کر آیا ہے، گردن زدنی ہے کہ اس نے بہت سے مسلمان افسروں کو شہید کیا ہے، قتل کا مصمم ارادہ ہے، اچانک وہ پانی مانگتا ہے اور پانی پینے تک کی امان طلب کرتا ہے، امان دی جاتی ہے لیکن وہ پانی نہیں پیتا رکھ دیتا ہے (2) یا پھینک دیتا ہے، حاضرین ہکا بکا رہ جاتے ہیں، اگر کوئی اور ہوتا تو دشمن کی اس حرکت سے اور طیش میں آجاتا، لیکن نہیں نہیں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ہاتھ روک لیا۔ عہد و پیماں کی اس پاسداری کو دیکھ کر ہرمز حیران رہ گیا اور اسی وقت مسلمان ہوگیا۔

جب غالب، مغلوب سے معاہدہ کرتا ہے تو خواہ وہ ایک ہی دین و ملت کے کیوں نہ ہوں لیکن ہمیشہ غالب اپنی بات اوپر رکھتا ہے اور اگر کسی مصلحت و حکمت کی وجہ سے بات نیچی رکھتا بھی ہے تو پھر عمل نہیں کرتا، وہ معاہدہ ایک افسانہ بن کر رہ جاتا ہے، دور جدید کی سیاست میں آئے دن یہ نظائر سامنے آتے رہتے ہیں لیکن دیکھو دیکھو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو دیکھو، سرزمین قدس میں ایک خادم ساتھ لئے چلے آرہے ہیں، وہ خلیفۃ المسلمین ہیں لیکن فقیرانہ آرہے ہیں، ان کی سادگی نے شاہوں کے تکلفات خاک میں ملاکر رکھ دیئے---- اور دیکھو بیت المقدس کے مغلوب عیسائیوں سے ایک معاہدہ کیا جارہا ہے۔ شاید تاریخ عالم اس معاہدے کی نظیر نہ پیش کرسکے۔ ۱۵/ ۶۳۶ء میں یہ معاہدہ لکھا گیا، حضرت خالد بن ولید، حضرت عمرو بن العاص، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس پر گواہ ہیں۔ ذرا اس معاہدے کی تمہید تو ملاحظہ ہو :

> "یہ وہ امان ہے جو خدا کے غلام امیرالمومنین عمر نے ایلیاء (بیت المقدس) کے لوگوں کو دی، یہ امان ان کے جان و مال، گرجا، صلیب، تندرست، بیمار اور ان کے تمام مذہب والوں کے لیے ہے"

اور اب اس معاہدے کی تفصیلی دفعات ملاحظہ ہوں :

(۱) ان کے گرجاؤں میں نہ سکونت کی جائے گی اور نہ وہ ڈھائے جائیں گے، نہ ان کو اور نہ ان کے احاطے کو نقصان پہنچایا جائے گا۔

(۲) نہ ان کی صلیبوں اور نہ ان کے مال میں کچھ کمی کی جائے گی۔

(۳) مذہب کے بارے میں ان پر جبر نہ کیا جائے گا۔

(۴) نہ ان میں سے کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا۔

(۵) یونانیوں میں جو شہر سے نکلے گا اس کی جان و مال کو امان ہے تا آں کہ وہ جائے پناہ میں پہنچ جائے اور جو ایلیا (بیت القدس) میں رہنا اختیار کرے تو اس کو بھی امان ہے اور اس کو جزیہ دینا ہوگا۔(3)

ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ (T.W.Arnold) نے اس معاہدے کے متعلق اظہار خیال

کرتے ہوئے لکھا ہے :

The extent of this toleration so striking in the history of seventh century--may be judged from the terms granted to the Conquered cities.(4)

ترجمہ : اس رواداری کی رفعت و بلندی کا اندازہ ان شرائط سے لگایا جاسکتا ہے جو مفتوحہ شہروں کے لئے منظور کی گئیں---- یہ رواداری ساتویں صدی عیسوی میں نہایت حیرت ناک اور قابل توجہ ہے۔

معاہدے کے بعد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بیت المقدس میں داخل ہوئے---- ایک پادری کے ساتھ ایک گرجا میں تشریف لے گئے کہ نماز کا وقت آپہنچا' پادری نے عرض کیا کہ گرجا میں ہی نماز ادا فرمالیں لیکن فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے وہاں نماز ادا نہ فرمائی کہ مبادا مسلمان اس گرجا کو مسجد بنالیں کہ امیرالمومنین نے یہاں نماز ادا فرمائی ہے---- (5) اللہ اللہ یہ حزم واحتیاط اور معاہدین کے ساتھ یہ حسن سلوک!

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مذہبی تعصب و تنگ دلی کے اس دور میں وہ مذہبی آزادی دی کہ شاید اس ترقی یافتہ دور میں بھی میسر نہ ہو---- عہد فاروقی کے تمام معاہدات اٹھاکر دیکھ لیجئے' مذہبی آزادی کی ضمانت نمایاں نظر آتی ہے---- جرجان' آذر بائیجان' موقان کے باشندوں سے جو معاہدات کیے گئے وہاں مذہبی آزادی کی ضمانت موجود ہے (6)____ اس سے بڑھ کر اور کیا آزادی ہوگی کہ ان کے معابد میں خود نماز پڑھنے سے احتراز کیا جائے!

جو شخص مذہبی آزادی کے معاملے میں اتنا روشن خیال ہو کیا اپنے غلام استیق سے بھی باز پرس نہ کرے' صرف ترغیب و تشویش سے کام لے' جب وہ نہ مانے تو آیت قرآنی پڑھ کر خاموش ہوجائے---- **"لا اکراہ فی الدین-----"** بھلا دوسروں سے مذہب کے معاملے میں کیا باز پرس کرتا!

ٹی۔ پی۔ ہیوز T.P.Hughs نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رواداری کا ذکر

کرتے ہوئے ہو تخب کا یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ جب انہوں نے حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور آپ نے تبدیلی مذہب پر ان کو مجبور کرنا چاہا تو دربار خلافت سے یہ فرمان جاری ہوا :

"Leave them" ___________ he wrote "In the profession of the gospel."(7)

ترجمہ : آپ نے تحریر فرمایا کہ "ان کو دین عیسوی پر ہی رہنے دو۔"

مصر کی مکمل فتح کے بعد بہت سے قبطی اور رومی گرفتار ہو کر آئے، فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فاروق اعظم سے استفسار فرمایا تو جواب آیا :

سب کو بلا کر کہدو کہ ان کو اختیار ہے، مسلمان ہو جائیں یا اپنے مذہب پر ہی رہیں۔ اسلام قبول کرلیں تو ان کو وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو مسلمانوں کو حاصل ہیں ورنہ جزیہ دینا ہو گا جو تمام ذمیوں سے لیا جاتا ہے (8)

دور جدید کے مورخ فلپ کے حتی (Philip.K.Hitti) نے اگرچہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے معاملے میں زیادہ انصاف سے کام نہیں لیا لیکن یہ اعتراف اس نے بھی کیا ہے کہ آپ کے عہد مبارک میں غیر مسلموں کو بالکل مذہبی آزادی حاصل تھی، وہ لکھتا ہے :

Being outside the pale of Moslem law they were allowed the jurisdiction of their even religious communities.(9)

ترجمہ : قانون اسلامی کے دائرہ سے باہر ہونے کی وجہ سے ذمیوں کو اپنے مذہبی فرقوں کے مقدمات فیصل کرنے کا عدالتی اختیار حاصل تھا۔

مشہور شیعہ مورخ امیر علی نے بھی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اس رواداری کا

ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے :

مسلمانوں کو عام لوگوں کے دین میں مداخلت سے روک دیا گیا۔ (10)

ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رواداری کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے :

They were allowed the free and undisturbed exercise of their religion.(11)

ترجمہ :۔ ذمیوں کو اپنے مذہبی رسوم ادا کرنے کی بلا روک ٹوک کھلی اجازت تھی۔

معاہدین کے علاوہ وہ غیر مسلم جنہوں نے برضا و رغبت خلافت اسلامی میں رعیت کی حیثیت سے رہنا قبول کیا یعنی ذمی' ان کا بھی پورا پورا خیال رکھا گیا' ان کو جو خصوصی رعایات دی گئیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ خلافت فاروقی میں غیر مسلموں کو کیا عزت و وقار حاصل تھا' شاید یہ عزت و وقار خود مسلمانوں کو کسی مسلم حکومت میں بھی حاصل نہ ہو۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عالی حوصلگی' دریا دلی اور بے مثال رواداری نے مسلم اور غیر مسلم رعیت کو ایک دوسرے سے اتنا قریب کردیا کہ حقوق کے حوالے سے دونوں بڑی حد تک مساوی ہوگئے۔ ذمیوں کے لئے مندرجہ ذیل اصول و قوانین پیش نظر رکھیے اور پھر دیکھئے کہ مساوی تھے یا نہیں؟

(۱) مسلمان کسی ذمی کو قتل کرتا تھا تو قصاص میں قتل کیا جاتا تھا (12)_ چنانچہ بقول حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ ایک مسلمان نے عیسائی کو قتل کردیا' یہ مقدمہ خلیفہ کے پاس پیش کیا گیا' آپ نے مقتول کے ورثاء کو اختیار دیا کہ وہ قاتل سے قصاص لیں چنانچہ قاتل قصاص میں قتل کیا گیا۔ (13)

دور جدید میں غیر مسلم رعایا کا کیا پوچھنا اگر مسلمان ہی اپنے بھائی کو قتل کرتا ہے تو اس کا کوئی پرسان حال نہیں---- پھر سچ بتایئے' امن و سلامتی خلافت فاروقی میں تھی یا جدید حکومتوں میں ہے؟

(۲) ذمی پر کسی مسلمان کا ظلم و ستم کرنا تو بڑی بات تھی اگر وہ سخت کلامی بھی کرتا تو

سزا کا مستحق ہوتا۔ (14)___ اور سزا تو بعد میں ملتی مسلمان افسران خود اس کا خیال رکھتے کہ یہ نوبت نہ آنے پائے___ چنانچہ حاکم حمص (شام) حضرت عمر بن سعد رضی اللہ عنہ نے غصے میں ایک ذمی کو صرف اتنا کہا :-

"اخزاک اللہ!"___ (خدا تجھے رسوا کرے!) حاکم موصوف کو اس حرکت پر اتنی ندامت ہوئی کہ دربار خلافت میں اپنا استعفیٰ پیش کر دیا۔

یہ تابناک مثال سامنے رکھئے اور اپنی حالت پر غور کیجئے غیر تو غیر اپنوں کے لئے وہ گالیاں، دشنام طرازیاں، اور ستم رانیاں کہ الامان و الحفیظ! یہ ہماری حالت ہے اور وہ ان کی حالت تھی!___ وہ اخلاق کی کس بلندی پر تھے اور ہم کس پستی میں ہیں!۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا!

(۳) ذمیوں سے صرف دو ٹیکس وصول کئے جاتے، جزیہ اور خراج___ اس کے برخلاف مسلمانوں سے زیادہ ٹیکس وصول کیے جاتے مثلاً زکوٰۃ (جس کی مقدار جزیہ اور خراج سے کہیں زیادہ تھی) اس کے علاوہ مسلمانوں سے عشر بھی لیا جاتا تھا۔ (15)

(۴) بیت المال سے رضاکاروں کو جو تنخواہیں ملتی تھیں اس میں ذمی برابر کے شریک تھے۔

(۵) اپاہج اور ضعیف مسلمانوں کے لیے بیت المال سے جو وظیفہ مقرر ہوتا تھا اس میں ذمی برابر کے شریک ہوتے تھے۔

نوٹ : اگر جزیہ کی رقم بیت المال میں جمع کی جاتی اور اس سے نہ ذمی اپاہجوں کو کچھ دیا جاتا، نہ ان کے ضعیفوں کی مدد کی جاتی اور نہ ان کی جان و مال کی حفاظت کی جاتی تو یقیناً جزیہ ایک ظالمانہ ٹیکس سمجھا جاتا لیکن ایسی صورت میں اس کو کونسا دانشمند، ظلم و ستم سے تعبیر کر سکتا ہے؟

(۶) ملکی نظم و نسق میں ذمیوں سے مشورہ کیا جاتا چنانچہ عراق کے نظم و نسق میں ان سے مشورہ لیا گیا اور مصر کے انتظام میں مقوقس سے اکثر مشورہ کیا جاتا رہا۔(16)

(۷) مسلمانوں کے لئے لازم تھا کہ وہ ذمیوں پر ظلم نہ کریں، نہ ان کو نقصان

پہنچائیں اور نہ ان کا مال بلاوجہ کھانے پائیں---- فتح شام کے وقت حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ' کے نام فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جو فرمان جاری فرمایا اس میں یہ تمام ہدایات موجود ہیں۔ (17)

(۸) عجمیوں کو ان کی زمینوں پر مالکانہ حقوق عطا فرمائے اور یہ زمینیں انھیں کے قبضے میں رہنے دیں۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے :

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ذمی رعایا کو وہ حقوق عطا فرمائے جو اس عہد کی دوسری سلطنتوں میں رعایا کو حاصل نہ تھے---- روم اور فارس کی حکومتوں میں غیر قوموں کے حقوق غلاموں سے بدتر تھے---- شام کے عیسائی باوجودیکہ رومیوں کے ہم مذہب تھے لیکن ان کو مقبوضہ زمینوں پر کسی قسم کا اختیار نہ تھا بلکہ وہ خود ایک قسم کی جائیداد خیال کیے جاتے تھے---- یہودیوں کا حال اس سے بھی بدتر تھا بلکہ اس قابل بھی نہ تھا کہ کسی حیثیت سے ان پر رعایا کا اطلاق کیا جائے کیوں کہ رعایا کچھ نہ کچھ حق تو رکھتی ہے' وہ تمام حقوق سے محروم تھے اور حد تو یہ ہے کہ "حق" نام ہی سے بیگانہ تھے__________ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسے لوگوں کو اتنی مراعات دیں کہ وہ رعایا ہوگئے بلکہ اس سے بڑھ کر ان کی حیثیت معاہدین کی سی ہوگئی۔ (18)

ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ مقامی لوگوں پر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس بے مثال رحم و کرم کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے :

For the provinces of Byzantine empire that were rapidly acquired by the prowess of Muslims found themselves in the enjoyment of a toleration such as,____________ had been

unknown to them for many centuries.(19)

ترجمہ : بازنطینی حکومت کے وہ صوبے جو بہت ہی جلد مسلمانوں کی بے مثال دلیری و شجاعت کے آگے سپرانداز ہوگئے —— رواداری اور حسن سلوک کی ایک ایسی پرمسرت فضا محسوس کررہے تھے جو صدیوں سے ان کے لئے اجنبی تھی۔

چنانچہ ایران کو فتح کرنے کے بعد کسانوں پر ٹیکس کا بوجھ ہلکا کیا گیا' ان کو زمینوں پر قابض کیا گیا' ضرورت پڑنے پر کاشتکاروں کو پیشگی رقم دی گئی' زمین کی فروخت حکما بند کردی گئی تاکہ مقامی لوگوں کے حقوق محفوظ رہیں۔ (20)

یہ تمام حقائق ایک شیعہ مورخ نے قلم بند کئے ہیں' اسی سے ان حقائق کی صداقت عیاں ہے۔

سرزمین شام و عراق پر قبضہ کرنے کے بعد یہ مسئلہ سامنے آیا کہ زمین وہاں کے باشندوں کے قبضے میں رہنے دی جائے یا دشمن کا مال قرار دے کر فوج میں تقسیم کردی جائے —— فاروق اعظم اس تقسیم کے خلاف تھے جب کہ بعض حضرات اس کے موافق تھے' جب مسئلہ طے نہ ہوا تو مجلس شوریٰ کا اجلاس طلب کیا گیا —— جانبین نے دلائل پیش کیے لیکن فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس تقسیم کی مخالفت میں ایک فیصلہ کن دلیل پیش کی چنانچہ زمین مقامی غیر مسلم رعایا کو دے دی گئی —— ڈاکٹر حسینی نے اس واقعہ کا اس طرح ذکر کیا ہے :

Finely 'umar qouted verses 7-9 of chapter lix of the Quran wherein declared that the conquered lands belong to the poor among the Muhajirin and the Ansar and those came after them. He laid emphasis on the clause "who came after them" and carried his proposal through.(21)

ترجمہ : آخرکار (حضرت) عمر نے قرآن کریم کی ۵۹ ویں سورۃ

(حشر) کی آیت نمبر ۷ تا ۹ کا حوالہ دیا جس میں بتایا گیا کہ مفتوحہ زمین مہاجر و انصار کے غربا کے لیے ہے اور ان لوگوں کے لیے جو ان کے بعد آئے---- حضرت عمر نے آیت کے اس حصے پر زور دیا "اور جو ان کے بعد آئے" اور اس طرح اپنی تجویز کو مجلس شوریٰ میں پاس کرالیا۔"

الغرض فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ذمیوں اور غیر مسلموں کو ممکنہ حد تک مراعات دیں۔ دیوانی معاملات میں کیا' فوجداری معاملات میں کیا' شخصی اور مذہبی معاملات میں کیا---- حد تو یہ ہے کہ ذمی کو یہ بھی رعایت دی گئی کہ جب چاہے عقد ذمہ توڑ دے لیکن مسلمان عقد ذمہ نہیں توڑ سکتا---- (22) یعنی اگر وہ خلافت اسلامیہ میں رعیت بن کر رہنا چاہتا ہے' خوشی سے رہے اور جزیہ دیتا رہے لیکن اگر کہیں اور جانا چاہتا ہے تو پھر جہاں جی چاہے چلا جائے' کوئی پابندی نہیں۔

یہ تو ذکر تھا ان غیر مسلموں کا' جنہوں نے پرامن رعایا کی حیثیت سے خلافت اسلامیہ میں رہنا پسند کیا لیکن فاروق اعظم نے ان غیر مسلموں کے ساتھ بھی رواداری اور فراخ دلی کا ثبوت دیا جو قیدی بنا کر لائے گئے چنانچہ تقریباً ۱۷ھ/۶۳۸ء میں گورنر بصرہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حاکم اہواز (ہرمز) کی عہد شکنی کی وجہ سے حملہ کیا اور شکست دے کر ہزاروں لوگ لونڈی غلام بنا کر لائے لیکن جب فاروق اعظم کو اطلاع ہوئی تو آپ نے حکم دیا کہ سب کو آزاد کردیا جائے۔ (23) اور تو اور باغیوں' سرکشوں اور بغاوت پر اکسانے والوں کے ساتھ بھی وہ سلوک کیا جو آج رواداری اور عدل گستری کی داعی کوئی قوم یا حکومت نہیں کرسکتی---- سنئے سنئے!

خیبر کے یہودیوں اور نجران کے عیسائیوں پر سازش اور بغاوت جیسے الزامات ثابت ہوچکے تھے---- لیکن ان سے بازپرس نہ کی گئی صرف اتنا حکم دیا گیا کہ ان علاقوں کو چھوڑ کر کہیں اور جا کر بس جائیں اور بیت المال سے ان کی املاک کا پورا پورا معاوضہ ادا کردیا گیا اور حکم دیا گیا کہ ان کے لیے سفر کی سہولتیں مہیا کی جائیں جہاں جائیں آسائش کا خیال رکھا جائے اور اسی پر بس نہیں بلکہ کچھ عرصے کے لیے جزیہ بھی

معاف کردیا گیا---- (24) یہ جلاوطنی نہیں صرف نقل مکانی تھی---- روشن خیالی اور ترقی کے اس دور میں ایسے سازشیوں کو یا تو قتل کردیا جاتا ہے یا ذلیل و خوار کرکے اور ان کا سب کچھ لے کر جلا وطن کردیا جاتا ہے' مگر فاروق اعظم نے تنگ دلی اور تعصب کے اس دور میں بھی ایسا نہ کیا۔

سرحد شام پر واقع عربسوس کے شہریوں نے جب رومیوں سے سازباز کی اور سازش و بغاوت کا یہ راز فاش ہوا تو کوئی انتقام نہ لیا گیا بلکہ یہ انتہائی روادارانہ فرمان جاری کیا گیا :

> "جس قدر ان کی جائیداد' زمین' مویشی' اور اسباب ہیں سب شمار کرکے ایک ایک چیز کی دو چند قیمت دے دو اور ان سے کہو کہ کہیں اور چلے جائیں---- اس پر راضی نہ ہوں تو ایک برس کی مہلت دو اور اس کے بعد بھی سازباز سے باز نہ آئیں" تو جلا وطن کردو۔ (25)

کیا دور جدید کی کوئی حکومت اپنے دشمنوں کے ساتھ یہ سلوک کر سکتی ہے؟ سازشوں اور بغاوتوں کے باوجود ان کی رضا جوئی اور دلداری کا خیال رکھ سکتی ہے؟---------------- ہرگز نہیں' ہرگز نہیں ! دشمن اور باغی کے ساتھ تو حسن سلوک بڑی بات ہے' مخالفین کے ساتھ وہ شرمناک سلوک کیا جاتا ہے جس سے روح تہذیب کانپ اٹھتی ہے۔

بعض مورخوں نے غیر مسلموں پر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی چند پابندیوں کو خوب اچھالا' مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ان پابندیوں کی حقیقت واضح کر دی جائے تاکہ خلق فاروقی کے تابناک چہرے پر آئندہ کوئی خاک نہ ڈال سکے۔

جن پابندیوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ یہ ہیں :

۱) غیر مسلم رعایا کے لئے لباس مخصوص فرمایا۔

۲) شراب بیچنے اور خنزیر کھانے پر پابندی عائد کی۔

۳) ناقوس بجانے اور صلیب نکالنے کی اجازت نہیں دی۔

دینے پر پابندی لگا دی۔

۴) بچوں کو بپتسما (Baptism) دینے پر پابندی لگا دی۔

۵) نئی عبادت گاہیں تعمیر کرنے کی ممانعت کر دی۔

۶) جزیہ نافذ کیا۔

۷) یہودیوں اور عیسائیوں کو ان کے گھروں سے نکالا۔

۸) غلامی کو رواج دیا --------- وغیرہ وغیرہ

ہم ایک ایک کر کے ان الزامات کی حقیقت واضح کرتے ہیں اور یہ دکھاتے ہیں کہ بعض مورخوں نے حقائق و واقعات کو کس طرح مسخ کرنے کی کوشش کی ہے !

پہلا الزام

غیر مسلم رعایا کے لئے لباس مخصوص فرمایا

تہذیب و ثقافت خصوصاً لباس کے بارے میں یہ تجربہ اور مشاہدہ ہے بلکہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ محکوم قوم رفتہ رفتہ حاکم کی تہذیب و تمدن کو اپنانے لگتی ہے اور اس کی اپنی تہذیب معدوم ہو کر رہ جاتی ہے ---- اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ حاکم قوم، محکوم کی تہذیب و تمدن میں مدغم ہو جاتی ہے ---- فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حاکم و محکوم دونوں اقوام کی انفرادیت کو مجروح ہونے سے بچایا ---- (26) ایک نظریاتی ملک میں ایسا کرنا ایک سیاسی تقاضا ہے اور مذہبی ضرورت بھی ---- اگر غیر مسلموں کے لئے کوئی نیا لباس تجویز کیا جاتا تو شاید ہم اس کو سیاسی غلامی مسلط کرنے سے تعبیر کر سکتے تھے لیکن ان کے لئے ان کا اپنا لباس مخصوص فرمایا اور اس طرح ایک طرف ان کو ذہنی غلامی سے آزاد کیا کہ محکومیت کی وجہ سے کہیں وہ اپنا لباس ترک کر کے مسلمانوں کا لباس نہ اپنا لیں اور دوسری طرف مسلمانوں کی ملی انفرادیت کو مجروح ہونے سے بچایا ---- قاضی ابو یوسف نے لکھا ہے کہ اس پابندی کی ایک وجہ غیر قوم سے تشبہ بھی تھا (26)

قومی تعمیر و تشکیل میں لباس ایک بڑی حقیقت ہے، اس کو دور جدید میں خوب سمجھا جا رہا ہے ---- لیکن اس حزم و احتیاط کے باوجود اسلامی تہذیب و ثقافت نے

پورے جزیرۂ عرب کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور آثار کفر ایسے مٹے کہ نام و نشان تک باقی نہ رہا--- فرانس کے مشہور مورخ ڈاکٹر گستاؤلی بان نے مقامی تہذیب و ثقافت کی اس حیرت انگیز تبدیلی کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا ہے :

"ملک مصر میں مسلمانوں نے وہ اثر دکھایا کہ کبھی یونانیوں اور رومیوں کو بھی نصیب نہ ہوا تھا' مسلمانوں نے ان کی زبان' مذہب' تمدن و تہذیب جو ایک ہزار سال سے چلا آرہا تھا' سب کچھ اس طرح بدل کر رکھ دیا کہ وہاں کے لوگ اپنی تاریخ کو بھول گئے اور جدید علمی تحقیقات نے صدیوں بعد اس تہذیب کو گرد زمانہ کے اندر سے نکالا ہے۔ (27)

یہ انقلاب اس وقت آیا جب مقامی تہذیب و تمدن کی پوری پوری حفاظت کی گئی--- یقیناً اس حفاظت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کو اس سے الگ رکھا گیا' لیکن اس کو کیا کیجئے کہ غیر مسلموں نے خود اپنی تہذیب و تمدن کی حفاظت نہ کی اور مسلمانوں نے خود کو اس طرح محفوظ رکھا کہ رفتہ رفتہ انھیں کی تہذیب سارے جزیرۂ عرب میں پھیل گئی اور وہ سیاسی حیثیت کے ساتھ ساتھ تمدنی حیثیت سے بھی غالب آ گئے--- اگر فاروق اعظم اس دور اندیشی سے کام نہ لیتے تو شاید وہی کچھ ہوتا جو آج ہو رہا ہے' یا جو پچھلی صدیوں میں ہندوستان میں ہوا---- یہی مورخ ہندوستان میں مسلمانوں کے اثر و نفوذ کے بارے میں لکھتا ہے :

"البتہ ہندوستان میں مسلمانوں نے ایسا گہرا اثر نہیں ڈالا جیسا کہ مصر میں--- یہاں مفتوحین کا اثر فاتحین پر بہت زیادہ پڑا جس کی مثال اسلامی دنیا میں نہیں پائی جاتی۔ (28)

دوسرا الزام

شراب بیچنے اور خنزیر کھانے پر پابندی عائد کی

دوسرا الزام
شراب بیچنے اور خنزیر کھانے پر پابندی عائد کی

یہ پابندی صرف مسلمانوں کے علاقوں میں تھی، وہ مسلمان جو محکوم نہ تھے حاکم تھے، ہندوستان میں تو اس قسم کی پابندیاں برطانوی دور میں بھی محکوم مسلمانوں کی خاطر لگائی گئیں تھیں ـــــ اگر فاروق اعظم نے مسلمانوں کے جذبات کا خیال کرتے ہوئے یہ پابندی لگائی تو کونسا ظلم کیا جب کہ یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنے محلوں میں شراب پینے اور خنزیر کھانے کی عام اجازت تھی ـــــ کیا کوئی ہوش مند محکوم اپنے حاکم سے یہ توقع رکھ سکتا ہے کہ وہ چیزیں جو حاکم کے مذہب میں حرام ہیں، ان کے کھانے پینے کی کھلی چھٹی دے دے خصوصاً جب کہ وہ ملک کی نظریاتی اساس سے متصادم بھی ہوں؟

تیسرا الزام
ناقوس بجانے اور صلیب نکالنے کی اجازت نہیں دی۔

یہ پابندی صرف نماز کے اوقات میں تھی اور مسلمانوں کے علاقوں میں تھی ـــــ برطانوی دور حکومت میں نماز کے اوقات میں بلکہ ویسے بھی مساجد کے آگے ناقوس بجانے کی بالکل ممانعت تھی ـــــ پھر فاروق اعظم نے کونسا ظلم کیا؟ جب کہ ان کو اپنے علاقوں میں ناقوس بجانے اور صلیب نکالنے کی ہر وقت اجازت تھی، کوئی پابندی نہ تھی۔ (29) ٹی ڈبلیو آرنلڈ نے ان پابندیوں کا عادلانہ اور منصفانہ جائزہ لیا ہے اور صاف صاف لکھا ہے:

The were allowed free and undisturbed exercise of their religion with some restrictions imposed for the sake of preventing any friction between the adherents of the rival

religious, or arousing any fanticism by the ostentatious, exibition of religious symbols that were so offensive to muslims feelings(30)

ترجمہ : ذمیوں کو چند پابندیوں کے ساتھ آزادنہ اور بلا روک ٹوک مذہبی مراسم ادا کرنے کی اجازت تھی' اور یہ پابندی اس لئے لگائی تھی کہ کہیں دو حریف مذہبوں کے ماننے والے آپس میں نہ لڑیں یا مذہبی نشانات کی نمود و نمائش سے جو مسلمانوں کے جذبات و احساسات کو ٹھیس پہنچائے' تعصب و تشدد کی فضا نہ پیدا ہو جائے۔

چوتھا الزام

بچوں کو بپتسما (اصطباغ) دینے پر پابندی لگادی

لیکن یہ پابندی صرف ان بچوں کے لئے تھی جن کے والدین مسلمان ہو چکے تھے' سن بلوغ تک ان کو اصطباغ دینے کی ممانعت تھی غالباً اس لئے کہ یہ اپنی دین و ملت کے بارے میں خود فیصلہ کر سکیں اس کے علاوہ اس پابندی سے بہت سی قانونی حکمتیں بھی وابستہ تھیں ــــ اگر عیسائی والدین کے بچوں پر یہ پابندی عائد ہوتی تو یقیناً ظلم ہوتا لیکن یہاں تو نو مسلم والدین کی اولاد کا ذکر ہے ــــ ہونا تو یہ چاہئے تھے کہ ان کو مسلمان ہی گردانا جاتا لیکن عدل و انصاف کی حد ہے کہ ان بچوں کو بھی مہلت دی جا رہی ہے کہ **لا اکراہ فی الدین**۔ افسوس کے مورخین نے اس رواداری کو کس طرح غلط رنگ میں پیش کیا ہے !

پانچواں الزام

نئی عبادت گاہیں تعمیر کرنے کی ممانعت تھی

یہ ممانعت صرف ان شہروں میں تھی جو مسلمانوں نے آباد کیے تھے' جو شہر

عیسائیوں نے آباد کیے تھے وہاں نئے معابد تعمیر کرنے، پرانے معابد کی مرمت وغیرہ کرنے کی اجازت تھی، چنانچہ ابو یوسف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :-

"حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے ذمیوں کو ان شہروں میں معابد بنانے کی اجازت دی جو انھوں نے آباد کیے تھے، لیکن جو مسلمانوں نے آباد کیے ان میں آزادنہ معابد بنانے کی اجازت نہ تھی۔" (31)

کونسا عقلمند انسان ایسی پابندی کو نامعقول کہہ سکتا ہے، خصوصاً اس زمانے کو پیش نظر رکھتے ہوئے جب کہ محکوم قومیں مجبور و مظلوم اور مقہور ہوا کرتی تھیں !____ یہی نہیں کہ عیسائیوں کو اپنے شہروں میں معابد بنانے کی اجازت تھی بلکہ ان معابد میں اسلام اور پیغمبر اسلام کو سب کچھ کہہ لینے کی بھی اجازت تھی۔

اس رواداری کا اندازہ اس ایک واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے :

ایک ذمی عیسائی نے سر بازار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کی، مسلمان سے رہا نہ گیا اور اس نے ایک تھپڑ رسید کیا____ یہ معاملہ گورنر حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوا____ ذرا غور تو کریں کس کمال کی رواداری و آزادی تھی کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ کلمات بھی کہتا ہے اور تھپڑ کھانے کے بعد عدالت میں فریادی بھی بنتا ہے، کیسی دیدہ دلیری ہے ! لیکن نہیں نہیں خلافت فاروقی میں زبان و دل پر قفل نہیں ڈالے گئے تھے،____ وہ مسلمان جس نے تھپڑ مارا تھا پیش ہوا، اس نے اپنی صفائی میں جو کچھ کہا ہر عادل و منصف اس کی صداقت پر گواہی دے گا اور اس بے مثال جذبہ رواداری پر داد دیے بغیر نہ رہ سکے گا____ اس نے کہا :

"یہ عیسائی اپنے گرجاؤں میں جو چاہیں کہیں لیکن شارع عام پر ان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتے پھریں" (32)

بات سچی تھی مسلمان بری ہو گیا اور اس گستاخی پر گورنر نے عیسائی سے کوئی باز پرس نہ کی----

مندرجہ بالا الزامات کے بارے میں ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ لکھتا ہے :

But di Gorge and Caetani(34) have proved without doubt that they were the inventions of a later age. (35)

چھٹا الزام
جزیہ نافذ کیا گیا

کیا جدید اور قدیم حکومتوں میں کوئی ایسی حکومت ہے جس نے اپنی رعایا سے ٹیکس نہ لیا ہو؟ اور بغیر ٹیکس لیے اس کے سارے کام بنادیئے ہوں؟ نہیں نہیں، ہرگز نہیں تو پھر جزیہ لینا کونسا گناہ ہو گیا؟ کیا جزیہ کے نام سے چڑ ہے؟ اگر ایسا ہے تو اس کا بھی تدارک کر کے دکھادیا گیا---- کاش عقل سے عاری اور دل سے خالی دیوانے اس ٹیکس کی حقیقت و افادیت پر غور کرتے اور یہ سوچتے کہ اتنی حقیر رقم کے بدلے کیسے کیسے فوائد و منافع مل رہے ہیں!

(۱) جان کی حفاظت
(۲) مال کی حفاظت
(۳) ناموس کی حفاظت
(۴) مذہب کی حفاظت
(۵) جہاد سے استثناء (کوئی غم نہیں، ہمیشہ سکون و چین کی زندگی بسر کیجئے)
(۶) اپنے دشمنوں کی مدافعت اور مقابلے سے بے فکری (کہ یہ کام خود مسلمانوں کا ہے کہ وہ ذمیوں کے دشمنوں سے لڑیں، ذمیوں کا نہیں۔)

یہ دل بہلانے والی باتیں نہیں جیسی دور جدید کی سیاست میں ہوا کرتی ہیں، یہ

جھوٹی ضمانت نہیں سچی ضمانت ہے، خدا اور اس کے رسول کی ضمانت، اس سے بڑھ کر اور کیا ضمانت ہوگی!--------- آج ایک ٹیکس نہیں بیسیوں ٹیکس لیے جاتے ہیں--- لیکن پھر بھی جان کا خوف، مال کا خوف، ناموس کا خوف سر پر منڈلا رہا ہے--- کوئی جان نہ لے لے، کوئی مال نہ لوٹ لے، کوئی ناموس کو خاک میں نہ ملادے! ________ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ خلافت اسلامی اور دوسری حکومتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے--- وہاں کم لیا جاتا ہے، بہت دیا جاتا ہے اور یہاں بہت لیا جاتا ہے اور کم دیا جاتا ہے--- اس کے لینے میں معقولیت ہے، ان کے لینے میں معقولیت نہیں--- (36) ڈاکٹر حسین نے جزیہ کی معقولیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے :

چوں کہ جزیہ خالصتاً غیر مسلموں کی فوجی حفاظت کے سلسلے میں لیا جاتا ہے۔ (37) اس لیے جہاں وہ حفاظت نہ کرسکے جزیہ واپس کردیا گیا، جنگ یرموک سے قبل عساکر اسلامیہ حمص اور دمشق سے واپس ہوئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جزیہ کی تمام رقم واپس دینے کا حکم دیا۔ (38)

فاروق اعظم کے فراخدلانہ حکم کا یہ اثر ہوا کہ جب عساکر اسلامیہ حمص چھوڑ کر یرموک کی طرف روانہ ہوئیں تو وہاں کے غیر مسلم باشندوں نے عہد کیا اور گواہی دی:

جب تک ہم زندہ ہیں رومی یہاں نہ آنے پائیں گے۔ خدا کی قسم رومیوں کی بہ نسبت کہیں بڑھ کر تم ہم کو محبوب ہو۔ (39)

ڈاکٹر حسینی جزیہ کی معقولیت پر بحث کرتے ہوئے آگے چل کر لکھتے ہیں :

"اگر کسی ذمی نے کسی فوجی مہم میں حصہ لیا تو اس کا سال بھر کا جزیہ معاف کردیا گیا اور اگر کسی نے کچھ عرصے کے لیے فوج میں خدمات انجام دیں تو اس عرصے کے لیے جزیہ معاف کردیا گیا۔" (40)

اگر غیر مسلموں کی طرف سے یہ سوال کیا جائے کہ فاروق اعظم نے تمام غیر مسلم رعایا کو جنگی خدمات کا مکلف بناکر کیوں نہ جزیہ سے سبکدوش فرمایا؟ تو میں عرض کروں

گا کہ ایسی جنگ کے لیے غیر مسلموں کو مجبور کرنا جو خالص دینی و مذہبی تھی اور جس میں ان کے ہم مذہب، مسلمانوں کے خلاف صف آرا تھے، کہاں کی دانائی تھی؟ اگر ایسا کیا جاتا تو یقیناً ظلم ہوتا لیکن یہ ہرگز ظلم نہیں کہ فوجی خدمات سے سبکدوش کر کے صرف فوجی اخراجات میں ان کو شریک کیا جائے، یہ تو عین کرم ہے---- ڈاکٹر حسینی نے بڑی دل لگتی بات لکھی ہے، وہ لکھتے ہیں :

"جزیہ کی طرح ٹیکس، اسلام سے قبل بھی رائج تھے لیکن اسلام سے قبل جزیہ لینے میں اور اسلام میں جزیہ لینے میں زمین و آسمان کا فرق ہے---- اسلام پوری ذمہ داری کے ساتھ جزیہ لیتا ہے اور انہوں نے کوئی ذمہ داری محسوس نہ کی۔" (41)

دور کیوں جایئے---- دور جدید کی حکومتوں کا جائزہ لیں گے تو معلوم ہوگا کہ جس مد میں ٹیکس وصول کیا جاتا ہے، پوری دیانت کے ساتھ اس مد میں خرچ نہیں کیا جاتا بلکہ بعض اوقات صرف لیا جاتا ہے، پھر ادھر ادھر خرچ کر دیا جاتا ہے۔

یہ جزیہ جس کا مخالفین نے بہت چرچا کیا ہے کوئی لمبی چوڑی رقم نہ تھی بلکہ بہت ہی معمولی، چنانچہ ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ نے لکھا ہے :

But this jizyah was too moderate to constitute aburden, seeing that it rleased them from the compulsory military service that was incumbent on their Muslim fellow-subjects.(42)

ترجمہ : لیکن یہ جزیہ تو بہت ہی واجبی سا تھا، ایسا نہ تھا کہ اس کو بار گراں تصور کیا جاتا خصوصاً" جب کہ یہ دیکھا جائے کہ جزیہ کے بدلے لازمی فوجی خدمت سے ذمیوں کو چھٹکارا مل گیا تھا حالانکہ یہ فوجی خدمت ان کی ساتھی مسلم رعایا پر فرض تھی۔

حقیقت ایک ہے، جس کا دل صاف تھا اس نے اس طرح بیان کیا اور جس کے دل میں کھوٹ تھا اس نے اس طرح بیان کیا دیکھئے ______ فلپ۔ کے۔ حتی اسی

حقیقت کو کس انداز سے بیان کرتا ہے :

As Dhimis, the subject peoples, would enjoy the protection of the Muslims and have no militry duty to perform, since they were barred by religious from service in the Muslim army, but they would have a heavy tribute to pay. (43)

یہ جزیہ جس کو حتی (Hitti) بار گراں سے تعبیر کرتا ہے ذرا اس کی تفصیل تو ملاحظہ ہو ــــــ آرنلڈ نے جزیہ کے تین درجات کا ذکر کیا ہے جو امراء، متوسطین اور عام ذمیوں کے لیے مخصوص تھے :

1. Five dinar for the rich.

(امراء کے لیے ۵ دینار)

2. Four for the middle classes

(متوسطین کے لیے ۴ دینار)

3. and three for the poor (44)

(غرباء کے لیے ۳ دینار)

پھر یہ معمولی رقم بھی جبراً و قہراً نہ لی جاتی تھی بلکہ ممکنہ حد تک رعایت کی جاتی تھی، آج کل ٹیکس کے معاملے میں یہ مراعات نہیں دی جاتیں ــــــ فاروق اعظم نے عاملین کو ہدایت کردی تھی :

"لا یکلفوا فوق طاقتهم" (45)

(ان کی سکت و طاقت سے زیادہ ان پر بوجھ نہ ڈالو)

سفر شام کے دوران فاروق اعظم نے دیکھا کہ ایک عامل جزیہ وصول کرنے کے لیے ذمیوں کو سزا دے رہا ہے، آپ نے اس حرکت سے اس کو باز رکھا اور فرمایا :

"لا تعذب الناس فان الذین یعذبون الناس فی الدنیا یعذبهم الله یوم القیامة" (46)

ترجمہ : انہیں تکلیف نہ دو' اگر تم ان کو عذاب دوگے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے گا۔

ذرا بتائیے تو سہی یہ خداترسی آج کس جہاں باں میں ہے؟

ایک مرتبہ ایک ذمی کو بھیک مانگتے دیکھا' فرمایا : "کیوں مانگتا ہے؟" عرض کیا گیا "جزیہ دینے کے لیے؟" ___ آپ نے فوراً جزیہ معاف فرمادیا اور بیت المال سے وظیفہ مقرر کردیا اور افسر خزانہ کو کیا دل لگتی بات تحریر فرمائی :

"خدا کی قسم یہ ہرگز انصاف نہیں کہ ہم اس کی جوانی میں اس سے فائدہ اٹھائیں اور بڑھاپے میں اس کو رسوا کریں!" (47)

جب ان کے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جانوروں کو امان دیں تو کیا ان کے غلام انسانوں کو بھی امان نہ دیں گے---- بوڑھے ذمیوں کے لیے تو رعایت ہے ہی مگر وہ ذمی جس پر جزیہ واجب الادا ہو اور مرجائے تو اس کے ترکے سے جزیہ نہ لیا جاتا تھا اور نہ اس کے ورثاء (48) سے حالانکہ اگر کسی مسلمان پر زکوٰۃ فرض ہوچکی ہے تو مرنے کے بعد اس کے ترکے سے ضرور ادا کی جائے گی---- اتنی سہولتوں اور رعایتوں کے باوجود بھی جزیہ کو ظلم سے تعبیر کیا جائے تو یہ تعبیر بجائے خود ایک بڑا ظلم ہے۔ مودودی نے دل لگتی بات کہی ہے' وہ لکھتے ہیں :-

اگر بقول مغربی مورخین جزیہ اسلام قبول نہ کرنے کا جرمانہ ہے تو پھر زکوٰۃ کے متعلق کیا کہا جائے گا کیا وہ اسلام قبول کرنے کا جرمانہ ہے؟ جب کہ یہ جزیہ صرف قابل جنگ مردوں سے لیا جاتا ہے اور زکوٰۃ صاحب استطاعت مرد و زن سب پر ہے۔ (49)

اگر بعض مغربی مورخوں نے جزیہ کو جرمانہ سمجھایا' اس زمانے کے بعض قبائل نے ایسا سمجھا تو یہ ان کی سمجھ کا پھیر ہے' چنانچہ بنو تغلب نے جب جزیہ کے بجائے عشر دینے پر آمادگی ظاہر کی (یعنی جزیہ سے دوگنی رقم جو مسلمانوں سے لی جاتی تھی) تو فاروق اعظم نے اجازت دے دی---- انکار کیوں کیا جاتا کہ اس میں لینے والے کا نقصان نہ تھا' دینے والے کا نقصان تھا اور وہ خوشی خوشی اس نقصان کو برداشت کررہا تھا' جب کہ اس کی

رعایت بھی دے دی گئی تھی لیکن اس نے اپنی کم سمجھی کی وجہ سے اس رعایت کو ذلت و رسوائی سمجھا---- ٹی۔ پی۔ ہیوز (T.P.Hughes) نے بنو تغلب کے اس واقعہ کا اس طرح ذکر کیا ہے :

The tribe deeming in its pride the payment of tribute (jizyah) an indignity' sent a deputation to the khaliph declaring their willingness to pay the tax if anly it were levied under the same as that taken from the Muslims, Umar evinced his liberality by allowing the concession, and so the singluar privilege of being assessed as christians of a double tithe (ushr) istead of paying of jizyah (50)

ترجمہ : اس قبیلے (بنو تغلب) نے خود پسندی کی وجہ سے جزیہ ادا کرنا کسر شان سمجھا اور خلیفہ کے پاس ایک وفد بھیجا' اس وفد نے خلیفہ کو جاکر یہ بتایا کہ بنو تغلب ٹیکس دینے پر رضامند ہیں بشرطیکہ یہ اسی نام سے لگایا جائے جس نام سے مسلمانوں پر لگایا جاتا ہے' حضرت عمر نے اپنی وسعت نظری کا ثبوت دیتے ہوئے ان کو یہ رعایت دی' چنانچہ بنو تغلب نے یہ واحد اور غیر معمولی رعایت حاصل کی اور عیسائی ہوتے ہوئے جزیہ کے بجائے ان سے دوگنا عشر لیا گیا (جو مسلمانوں سے لیا جاتا تھا)

ان دلداریوں اور رعایتوں کے باوجود اب بھی اگر کوئی جزیہ پر اعتراض کرتا ہے تو پھر ہم اس سے پوچھیں گے۔

Is there a government any where to-day in this twentieth century that levies no taxes on its

subjects for the maintenance of peace and order? (51)

ترجمہ : کیا اس بیسویں صدی میں کہیں ایسی حکومت ہے جو ملک میں امن و امان برقرار رکھنے کے لیے اپنی رعایا پر کسی قسم کا ٹیکس نہیں لگاتی؟

ساتویں الزام کا جواب پیچھے کہیں دیا جا چکا ہے جہاں خیبر کے یہودیوں اور نجران کے عیسائیوں کے بغاوت اور سرحد شام پر عربسوس کے شہریوں کی رومیوں سے سازباز اور بغاوت کا حوالہ دیتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فراخدلانہ سلوک کا ذکر کیا ہے۔

آٹھواں الزام

یعنی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے غلامی کو رواج دیا

یہ الزام سراسر غلط ہے کہ فاروق اعظم نے غلامی کو رواج دیا، کوئی نسل اور کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا جس میں غلامی نہ رہی ہو ____ ارسطو اور افلاطون نے بہ آں ہمہ علم و حکمت غلامی کو جائز رکھا ____ یہودیوں، ایرانیوں، یونانیوں سب ہی نے اس کو جائز سمجھا---- دھرم شاستر میں غلام کو "دوپائی مویشی" سے تعبیر کیا گیا ہے---- ماضی بعید کی بات کیوں کیجئے، ماضی قریب میں جب امریکہ دریافت ہوا تو صرف بیس سال (۱۶۸۰ء تا ۱۷۰۰ء) میں تین لاکھ غلام افریقہ سے حاصل کئے گئے اور پھر ۱۷۸۶ء تک صرف ایک علاقے میں ۶ لاکھ ۱۰ ہزار غلام بھیجے گئے---- (52) ان غلاموں کو بھیڑ بکریوں کی طرح جہازوں میں لادا جاتا تھا اور انسانیت سوز سلوک کیا جاتا تھا---- لیکن فاروق اعظم نے صدیوں پہلے جو ان غلاموں کے ساتھ کیا آج انھیں کے حسن سلوک کے نتیجے میں ان کی گردنیں آزاد ہوئی ہیں---- اٹھارہویں صدی کے آخر اور پھر انیسویں صدی کے شروع میں غلاموں کی تجارت پر قانونا" پابندی لگادی گئی---- لیکن پھر بھی چوری چھپے یہ کاروبار اب تک جاری ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کمزوروں کو غلام بنانا طاقت ور

انسانوں کی فطرت میں داخل ہے، فاروق اعظم نے فطرت انسانی کی اس کمزوری کو دیکھتے ہوئے جو کچھ کیا، بہت کچھ ہے اور اس وقت اس سے زیادہ ممکن نہ تھا۔

آپ نے اس سلسلے میں وہ اصلاحات کیں کہ غلامی، غلامی نہ رہی بلکہ فرزندی ہوگئی---- ذرا ان اصلاحات کو ملاحظہ فرمائیں جن کا ذکر طبری، فتوح البلدان، کنزالعمال وغیرہ میں کیا گیا ہے۔ :

(۱) غلامی کو ختم کرنے کے لیے پہلا قدم یہ اٹھایا کہ اہل عرب کو غلام بنانا قانوناً" ممنوع قرار دے دیا۔

(۲) مفتوحہ ممالک میں جو قیدی غلام بنالیے گئے تھے ان میں پیشہ وروں اور کاشت کاروں کو آزاد کردیا گیا اور آئندہ ایسے لوگوں کو غلام بنانا ممنوع قرار دے دیا۔

(۳) جس لونڈی کے ہاں اولاد ہوجائے اس کی فروخت ممنوع قرار دے دی گئی---- گویا اب اس کی حیثیت ایک رفیقہ حیات کی سی ہوگئی۔

(۴) غلام کو یہ اختیار دیا گیا کہ اگر وہ چاہے تو اپنے آقا سے معاہدہ کرکے مخصوص رقم کے عوض آزادی حاصل کرلے۔ (پہلے یہ آزادی نہ تھی)

(۵) ایک خاندان کے غلام افراد کو مختلف مقامات پر رکھنا ممنوع قرار دے دیا گیا، ایک ہی جگہ رکھنا لازم کردیا گیا---- اس سے پہلے باپ کسی کے پاس ہوتا تو بیٹا کسی کے پاس---- بیٹی کہیں ہوتی تو ماں کہیں---- فاروق اعظم نے مفارقت کی اس چبھن کو محسوس کیا اور وہ رعایت دی جو آج سرکاری ملازموں کو بھی حاصل نہیں---- چنانچہ عہد فاروقی میں جب سرکاری ملازم باپ بیٹے کو دو مختلف مقامات پر متعین کیا گیا تو باپ (مسمط بن اسود) نے کہا کہ جب لونڈی غلام کو یہ حق حاصل ہے تو ہم کو کیوں نہیں؟ (53)

(۶) پہلے جنگی قیدیوں میں شہزادوں اور شہزادیوں کی مٹی پلید ہوتی تھی---- (بلکہ صدیاں گزر جانے کے بعد ۱۸۵۷ء میں برصغیر میں انگریز حاکموں نے مسلمان شہزادوں اور شہزادیوں کے ساتھ جو کچھ کیا وہ کتنا اذیت ناک اور دردناک ہے!)

فاروق اعظم نے قیدی شہزادوں اور شہزادیوں کے ساتھ امتیازی سلوک کیا چنانچہ شاہ مصر مقوقس کی بیٹی ارمانوسہ کو ایک سردار قیس بن ابی العاص کے ساتھ واپس مقوقس کے

پاس بھیج دیا۔

(۷) مجاہدین کی تنخواہوں کے ساتھ ساتھ ان کے غلاموں کی بھی اتنی ہی تنخواہیں مقرر کی گئیں---- کیا آج دنیا کے کسی ملک میں فوجیوں اور فوجی افسروں اور ان کے ملازموں کی ایک ہی تنخواہ ہے؟

(۸) حاکموں اور افسروں پر لازم تھا کہ غلاموں کی عیادت کریں' نہ کرتے تو ملازمت سے برطرف کردیئے جاتے---- کیا کسی حکومت نے اپنے افسروں کو یہ ہدایت کی ہے کہ اپنے غلاموں کی نہیں' ملازموں کی عیادت کیا کریں---- اور کیا ایسا نہ کرنے پر کبھی کسی کو ملازمت سے برطرف کیا گیا ہے؟---- اللہ اللہ دور فاروقی میں غلاموں کی وہ شان تھی جو ہمارے سرکاری و غیر سرکاری ملازموں کی بھی نہیں۔

(۹) فاروق اعظم غلاموں کو اپنے ساتھ کھلاتے پلاتے تھے اور دوسروں کو ترغیب دیتے تھے کہ غلاموں سے نفرت نہ کریں بلکہ اپنے ساتھ کھلائیں پلائیں---- آپ فرماتے ہیں :

"خدا ان لوگوں پر لعنت کرے جن کو غلاموں کے ساتھ کھانے سے عار ہے۔" (54)

آج اپنے ملازم کے ساتھ ایک معمولی افسر نہیں کھاسکتا---- صدر' وزیر اعظم اور وزراء کی بات تو بہت اونچی ہے---- ذرا بتایئے تو سہی جس شخص کے ساتھ امیرالمومنین کھارہا ہے ____ وہ معاشرے کا ذلیل ترین فرد ہے یا معزز ترین؟

یہ سارے حقائق و واقعات بتارہے ہیں کہ فاروق اعظم نے غلامی کی حقیقت کو یکسر بدل کر رکھ دیا' وہ غلامی نہ رہی آقائی ہوگئی---- اس کو یہ بھی حق دے دیا گیا کہ وہ اگر کسی دشمن سے معاہدہ کرے تو وہ معاہدہ خلافت اسلامیہ کی طرف سے سمجھا جائے گا---- آج بڑے سے بڑے ذمہ دار افسر کو یہ اختیار نہیں کہ وہ کسی غیر ملک اور غیر قوم سے معاہدہ کرے (بلکہ بعض اوقات اس کے اپنے اختیارات بھی سلب کرکے بے اختیار بنادیا جاتا ہے)---- ان عظیم رعایتوں سے اسلامی معاشرے میں غلامی کی عظمت کا اندازہ ہوسکتا ہے---- غلام کا نام رہ گیا' غلامی نہ رہی---- عملاً غلامی کو مٹادیا گیا' اسی لئے غلاموں اور لونڈیوں کی اولاد میں بڑے بڑے ائمہ حدیث اور صاحب کمال پیدا ہوئے۔ (55)

ہاں ایک بات رہ گئی اور وہ یہ کہ پوچھنے والا پوچھ سکتا ہے کہ ان رعایتوں کے باوجود پھر غلام سے کام کیوں لیا جاتا تھا' گھر بیٹھے کیوں نہ کھلایا جاتا تھا تو ہم دور جدید کے ترقی یافتہ ممالک کے آقاؤں سے نہیں' والدین سے پوچھتے ہیں کہ تم اپنی بالغ اولاد کو گھر بیٹھے کیوں نہیں کھلاتے' ان کو کام کرنے پر کیوں مجبور کرتے ہو اور گھر کے اخراجات میں ان کو ذمہ دار کیوں بناتے ہو؟ (29) یہ کیا ظلم کرتے ہو؟۔۔۔۔ غلام سے تو اس کی صلاحیت کے مطابق کام لیا جاتا تھا اور کھلایا وہ جاتا تھا جو آقا کے گھر میں پکتا تھا' پہنایا وہ جاتا تھا جو آقا کے گھر میں پہنا جاتا تھا۔۔۔۔ لیکن تم اپنی اولاد کے ساتھ بھی یہ نہیں کرتے' جتنا وہ دیتا ہے اس سے زیادہ تم اس پر خرچ نہیں کرتے اور اگر منہ مانگے پیسے نہ دے تو تم اس کو نکال دیتے ہو۔۔۔۔ تم ایسے بے رحم باپ ہو کہ تمہارے بچے تم سے گریزاں ہیں اور وہ ایسے رحیم و کریم آقا تھے کہ آزاد ہونے پر بھی غلام ان کے پیچھے پیچھے لگے رہتے تھے۔

لیکن انسان محسن کش واقع ہوا ہے' وہ اپنے رب کائنات کا ناشکر گزار بندہ ہے۔۔۔۔ **ان الانسان لربہ لکنود**۔۔۔۔ جس محسن انسانیت نے غلاموں کو آقا بنادیا اس محسن کو ایک غلام نے جام شہادت پلادیا۔۔۔۔ **اناللہ وانا الیہ راجعون!**

اس حکایت خونچکاں کو کیا بیان کیا جائے کہ سننے کے لیے پتھر کا جگر چاہیے۔ فارس کے غلام بظاہر اطاعت گزار تھے لیکن عرب مسلمانوں کے خلاف ان کے دل میں حسد کی آگ بھڑک رہی تھی کہ انہوں نے ان کی شاہی کو خاک میں ملایا تھا اور ان کے تخت کو روندا تھا۔۔۔۔ ان لوگوں نے فاروق اعظم سے انتقام لینے کی ٹھانی۔۔۔۔ فارس کے انھیں غلاموں میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ' کا غلام فیروز بھی تھا' فاروق اعظم کے پاس اپنے آقا کی شکایت لے کر آیا' شکایت نامعقول تھی رد کردی گئی' چلا گیا لیکن دل میں غبار لے کر گیا۔۔۔۔ دوسرے دن علی الصبح خنجر لے کر مسجد میں آیا اور چھپ کر بیٹھ گیا' جوں ہی فاروق اعظم نماز فجر کی امامت کے لئے آگے بڑھے' کمین گاہ سے نکل کر اس سفاک نے دو دھاری خنجر سے پے درپے چھ وار کئے' فاروق اعظم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر آگے کیا اور خود زخموں کی تاب نہ لاکر گر پڑے۔۔۔۔ درد و کرب کا عالم ہے' عزیز و اقارب یاد نہیں آرہے' غیر مسلم رعایا کی یاد

ہے' وصیت فرما رہے ہیں تو انہیں کے حقوق کے بارے میں ---- ذرا یہ الفاظ تو ملاحظہ فرمائیے :

واوصیہ بذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ ان یوفی لھم بعھد ھم وان یقاتل من وراءھم وان لایکلفوا الوق طاقتھم (56)

ترجمہ : (ہونے والے خلیفہ کو) وصیت کی جاتی ہے کہ جن کو خدا اور رسولؐ کا ذمہ دیا گیا ہے (یعنی ذمی) اور اس سے جو عہد کیا گیا ہے وہ پورا کیا جائے' ان کی حمایت میں لڑا جائے اور ان کو ان کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے۔

ذرا قلب فاروق کی وسعت تو دیکھئے کہ غیر مسلم شہید کر رہا ہے۔ عین ممکن تھا کہ بلکہ فطرت انسانی کا تقاضا تھا کہ جو کچھ کہا جاتا غلاموں کے خلاف کہا جاتا' لیکن نہیں جو کچھ کہا گیا ان کے حق میں کہا گیا ----- اللہ اللہ ان حضرات کے جذبات پر شریعت کی کیسی عمل داری تھی !

جہاں کر دیا نرم' نرما گئے وہ

جہاں کر دیا گرم' گرما گئے وہ

ہاں ہاں یہ خلافت فاروقی ہے' ہنسی کھیل نہیں ----- یہ شاہی نہیں جو جذبات کے سہارے چلتی ہے' یہ خلافت ہے جو محبت و عشق کے سہارے چلتی ہے۔

زخم کاری تھا' جاں بر نہ ہو سکے' دس برس چھ مہینے مسند خلافت کو رونق بخشی اور ۶۳ سال کی عمر شریف میں ذی الحجہ ۲۳ھ (۶۴۴) میں جان عزیز جاں آفریں کے سپرد کر دی ----- **اناللہ وانا الیہ راجعون**

بہر بہار گل از زیر گل بر آرد سر

گلے برفت کہ ناید بصد بہار دگر

حواشی

(1)__ W-Montgomery watt : Islam And The Integration of society, Canada, 1966, p.158

(2)__ شبلی نعمانی : الفاروق (بحوالہ عقدالفرید لابن عبدالبر، باب المکیدة فی الحرب) ص ۲۲۴

(3)__ شبلی نعمانی نے الفاروق (ص ۴۲۲-۴۲۳) میں تاریخ ابو جعفر جریر طبری کے حوالے سے اس معاہدے کا جو متن نقل کیا ہے یہ دفعات وہاں سے لی گئی ہیں۔ ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ (T.W.Arnold) نے اپنی کتاب The preaching of Islam کے صفحہ ۵۶ اور ۵۵ پر اس معاہدے کا ترجمہ پیش کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس معاہدے کے الفاظ میں مورخین نے اختلاف کیا ہے، اس اختلاف رائے کی تفصیلات کے لیے اس نے لکھا ہے :

For a discussion of this document see Caetani

vol -III, Thomas Walker, p.952

(4)__ Arnold Thomas : The preaching of Islam Lahore., 1965, p.56.

(5)__ Muahmmad Ali: Early Caliphate. Lahore, 1951, p.137

(6)__ شبلی : الفاروق، ص ۴۲۹ (بحوالہ طبری ۲۶۵۸-۲۶۶۲)

(7)__ T.p.Hughes : A Dictionary of Islam, p.653

(8)__ شبلی نعمانی : الفاروق ۵۷-۲۵۶ (بحوالہ طبری ۲۵۸۲-۲۵۸۳)

(9)__ P.K.Hitti : History Of The Arabs, New york, 1963, p.170

(10)__ امیر علی : تاریخ اسلام (ترجمہ اردو) (A Short History of Saracens) مطبوعہ لاہور، ص ۵۸

(11)__ T.W.Arnold : The Preaching Of Islam, p.56

(12)__ شبلی نعمانی : الفاروق، ص ۴۳۱ (ب) عنایہ شرح ہدایہ، ج۔۸، ص ۲۵۶

(13)__ Jamil Ahmad : Hundred Great Muslims, Lahore, 1971, p.44

(ب) برھان شرح مواہب الرحمٰن، ج ۱۳ ص ۲۸۶

(14)__ شبلی نعمانی : الفاروق، ص ۴۳۱

(15)__ شبلی نعمانی : الفاروق، ص ۴۳۱

(16)__ ایضاً" ص ۴۳۶ (بحوالہ مقریزی، ج ۱، ص ۷۴)

(a). Muhammad Ali : Early Caliphate, p.181

(b) Jamil Ahmed: Hundred Great Muslims, p.45

(17)__ شبلی نعمانی : الفاروق، ص ۴۲۷ (بحوالہ کتاب الخراج، ص ۸۲)

(18)__ ایضاً" ص ۴۲۰

(19)__ T.W.Arnold : The Preaching Of Islam, p.56

(20)__ Amir Ali : A Short History of Saracens. pp.54-5

(21)__ Dr.S.A. Q. HUSAINI : Arabs Administeration

Lahore, 1966,

(22)__ مودودی : اسلامی ریاست، مطبوعہ لاہور، ۱۹۶۹ء، ص ۵۸۶ (بحوالہ درالمختار، ج ۱، ص ۱۱۲)

(23)__ شبلی نعمانی : الفاروق، ص ۲۱۹

(24)__ Muhammad Ali: Early caliphate, p.181

نوٹ : فلپ۔ کے۔ حتی نے یہ الزام لگایا ہے کہ فاروق اعظم نے ان یہودیوں اور عیسائیوں کو پچھلے معاہدات کی پروا نہ کرتے ہوئے جلا وطن کردیا اور یہ لوگ شام اور عراق میں جاکر بس گئے۔(Arabs, New York, 1963, p.169 (History Of The حتی نے نہ ان لوگوں کی سازشی اور باغیانہ ذہنیت کا ذکر کیا ہے اور نہ ان کو دی گئی مراعات کا اور اس طرح اپنے قاریوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

(مسعود)

(25)__ شبلی نعمانی : الفاروق، ص ۴۳۳ (بحوالہ فتوح البلدان، ص ۱۵۷)

(26)__ قاضی ابو یوسف نے لکھا ہے کہ اس پابندی کی ایک وجہ غیر قوم سے تشبہ بھی تھا (کتاب الخراج، ص ۳۹۱)

(27)__ گستاؤلی بان : تمدن ہند (ترجمہ اردو از سید علی بلگرامی)، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۲ء، ص ۷۰

۳

(28)__ ایضاً"، ص ۳۰۸

(29)__ مودودی : اسلامی ریاست، ص ۸۸ بحوالہ بدائع، ج ۸، ص ۱۱۳

(30)__ T.W.Arnold : The Preaching Of Islam, p.56

نوٹ : آرنلڈ نے لکھا ہے کہ : Gotheil نے اپنی کتاب Dhimis and Muslim in Egypt میں سلطنت اسلامیہ میں ذمیوں کے حالات کے

سلسلے میں دستاویزی شہادتوں کا قابل قدر ذخیرہ پیش کیا ہے۔

(31)__ قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم : کتاب الخراج' (ترجمہ اردو)' مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء ص ۴۳۲ (خلاصہ)

(32)__ Memorise pur la caquet de la syrie, p.143

(33)__ Mohammad Ali : Early Cali phate, p.182

(34)__ Annali del Islam, vol III, p.957

(35)__ T.W.Arnold : The Preaching Of Islam, p.57

(36)__ نہ معلوم عقلیت پرستی کے اس دور میں اس حقیقت پر اس طرح کیوں غور نہیں کیا جاتا۔ زکوٰۃ ہی کو لیجئے' مال پر سال گزرنے کے بعد فرض ہوتی ہے۔ سارے سال کیا کمایا اور کیا خرچ کیا' اس سے بحث نہیں۔ جتنا کمایا اتنا ہی خرچ کردیا تو ایک کوڑی زکوٰۃ نہیں کہ ایسی حالت میں زکوٰۃ لینا معقولیت نہیں۔ لیکن دور جدید کا ٹیکس آمدنی کو دیکھتا ہے جو کچھ کمایا اگرچہ وہ سب خرچ ہوچکا ہے اور کمانے والا مقروض ہوچکا ہے' لیکن پھر بھی ٹیکس لیا جائے گا۔ اسلام کی نظر میں ایسا شخص مدد کا مستحق ہے۔ (مسعود)

(37)__ ابتداء میں جزیہ نقد و جنس دونوں صورتوں میں لیا جاتا تھا کیونکہ فوجیوں کو دونوں کی ضرورت تھی لیکن جب حکومت کا نظام ذرا مستحکم ہوا تو پھر جنس کے بجائے نقد ہی کی صورت میں لیا جانے لگا۔ (الفاروق- ص ۴۳۴)

(38)__ Dr.S.A.Q.Gysaubu Husains:

The Arabs Administeration p.43

بحوالہ بلاذری : فتوح البلدان' ص ۱۳۷ و قاضی ابو یوسف : کتاب الخراج' ص-۸۱

(39)__ شبلی نعمانی : الفاروق : ص ۴۳۴

(ب)__Jamil Ahmad : Hundred Great Muslims, p.45

(40)__ Husaini : Arabs Administeration, p.43

(41)__ Ibid. p.44

(42)__ T.W.Arnold : The Preaching Of Islam, p.59

(43)__ P.K.Hitti : History Of The Arabs, p.170

(44)__ T.W.Arnold : The Preaching Of Islam, p.57

(45)__ قاضی ابو یوسف : کتاب الخراج' ص ۸۲

(46)__ _ایضاً" ص ۷۱

(47)__ مودودی : اسلامی ریاست' ص ۵۹۳ (بحوالہ کتاب الخراج' ص ۷۲ و فتح القدیر' ج ۲' ص ۳۷۲)

(48)__ ایضاً" ص ۵۹۳

(49)__ ایضاً" ص ۵۹۵

(50)__ T.P.Hughes : A Dictionary Of Islam, p.653

(b) S.W.Muir:Annals Of The Early Caliphate, p.218

(51)__ Muhammad Ali : Early Caliphate, p.182

(52)__ سرسید احمد خاں : تہذیب الاخلاق، ج ۲، مطبوعہ لاہور، ۱۳۱۳ھ، ص ۶۸-۵۹

(53)__ شبلی نعمانی : الفاروق، ص ۴۵۰

(54,55) شبلی نعمانی : الفاروق، ص ۴۵۰ تا ۴۵۲

(56)__ نوٹ : غلامی سے متعلق مندرجہ بالا تفصیلات الفاروق کے صفحہ ۴۴۴ تا ۴۵۳ سے اخذ کی گئی ہیں۔ (مسعود)

(57)__ شبلی نعمانی : الفاروق، ص ۴۲۷

نوٹ : حضرت امام بخاری، ابوبکر بیہقی اور جاحظ وغیرہ نے وصیت کے الفاظ نقل کئے ہیں۔ ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ نے اپنی کتاب کے صفحہ ۵۷ پر یہ وصیت نقل کی ہے۔ محمد علی نے بھی اپنی کتاب Early Caliphate کے صفحہ ۱۸۰، ۱۸۱ پر وصیت نقل کی ہے۔

(ماخوذ ماہنامہ ضیائے حرم (لاہور)، فاروق اعظم نمبر، مئی و جون ۱۹۷۴ء)



وکونوا مع الصادقین

سچوں کے ساتھ ہوجاؤ

ادارہ مسعودیہ کراچی
Idara-e-Mas'udia, Karachi